تحقیق و تنقید

ہندوستان میں علماء و محدثین کی دینی خدمات

(۲)

مولانا غازی عزیر

(۶) ہندوستان تشریف لانے والے ایک بزرگ ابو معشر نجیح بن عبد الرحمٰن السندی الہاشمی بھی ہیں۔ آپ کو قرظی، سعید بن ابی سعید، ہشام، حویرث، مقبری، ابن المنکدر، اعمش اور محمد بن قیس وغیرہ سے شرف سماعت حدیث حاصل ہے۔ آپ سے حدیث کی روایت کرنے والے محدثین میں بشر بن ولید، محمد بن بکار، ابو ربیع الزہرانی اور آپ کے فرزند محمد بن ابو معشر وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی نے آپ کو محدثین کے طبقہ ششم میں شمار کیا ہے۔ آپ سے مروی احادیث کو بجز شیخین کے متعدد ائمہ حدیث مثلاً سعید بن منصور اور عبد الرزاق وغیرہ نے قبول کیا ہے۔ سندھ میں ایک عرصہ تک آپ نے علم حدیث کا درس دیا تھا۔ سنہ ۱۷۰ھ میں آپ نے وفات پائی تھی۔[1]

---

[1] تفصیل کے لیے تاریخ یحییٰ بن معین ج ۳ ص ۱۶۰، ۲۰۴، ۲۵۵، تاریخ الکبیر للبخاری ج ۴ ص ۱۱۴، تاریخ الصغیر للبخاری ج ۲ ص ۱۷۲، ۲۰۵، ضعفاء الصغیر للبخاری ترجمہ نمبر ۳۸۰، کنیٰ للمسلم ص ۹۶، معرفۃ والتاریخ للبسوی ج ۳ ص ۱۷۱، ۲۰۶، الضعفاء والمتروکین للنسائی ترجمہ نمبر ۵۹۰، جرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۸ ص ۴۹۳، کنیٰ للدولابی ج ۲ ص ۲۰۲، کامل فی الضعفاء لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۱۶، ضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۴ ص ۳۰۸، مجروحین لابن حبان ج ۳ ص ۶۰، الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ترجمہ نمبر ۵۵، تاریخ بغداد للخطیب ج ۱۳ ص ۴۳۰، میزان الاعتدال للذہبی ج ۴ ص ۲۴۶، تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۱۰ ص ۴۲۱، تقریب التہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۲۹۸، فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۳۷۱ ج ۳ ص ۳۷۵ ج ۴ ص ۱۱۳ ج ۵ ص ۱۹۷، ۲۰۸ ج ۸ ص ۱۶ ج ۹ ص ۴۰۵ ج ۱۳ ص ۵۵، سؤالات محمد بن عثمان ص ۱۰، تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج ۱ ص ۲۳۴، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج ۱ ص ۲۷۹ ج ۳ ص ۱۹۴ دیکھیے۔

یہ تھا دوسری صدی ہجری تک ہندوستان تشریف لانے والے محدثین عظام میں سے تقریباً چالیس نفوس قدسیہ کا مختصر تعارف۔ اس دوران ان کے علاوہ اور بھی بہت سے بزرگ ہندوستان پر جلوہ افروز ہوئے جن کے حالات تاریخ سیر اور رجال کی کتب میں مرقوم اور مزید تحقیق و تتبع کے متقاضی ہیں۔ دوسری صدی ہجری کے بعد بھی بزرگان دین کے ورود کا یہ سلسلہ جاری رہا جن کے علوم سے باشندگانِ ہند مستقل فیضیاب ہوتے رہے پھر جن بزرگوں نے ان دو صدیوں کے دوران ہندوستان کے باشندوں کو علم حدیث سے روشناس کرایا تھا خود ان کے مقامی تلامذہ کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تیار ہو چکا تھا جو ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلا اور وہاں کے غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کرنے نیز علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں مصروفِ عمل ہو گیا۔ اس دوران جگہ جگہ درس حدیث کے لیے بڑے بڑے دینی مراکز اور طالبان حدیث کے بے شمار حلقے قائم ہوئے۔ جا بجا مساجد بھی تعمیر ہوئیں جن کے آثار خستہ حالت میں بھی آج بھی پاک و ہند کے متعدد گوشوں میں اپنے شاندار ماضی کی یاد تازہ کرنے کے لیے موجود ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ ہندوستان میں اسلام پہلی صدی ہجری کے اوائل ہی میں داخل ہو گیا تھا اور مسلسل وسعت پذیر تھا۔ اس کی اشاعت و مقبولیت کی وجہ جہاں اسلامی فتوحات ہیں وہیں اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور محدثین عظام نے اسلام کی اشاعت کے لیے اپنے مال اور اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا تھا۔ اس اہم مقصد کے حصول کے لیے اپنے اعزاء و اقربا یا اپنے وطن عزیز کو خیرباد کہنا ان کے نزدیک کوئی معنی نہ رکھتا تھا۔

ہندوستان کے شمال مغربی خطہ میں اسلام کی ترویج و اشاعت کے ساتھ ساتھ جنوب مغربی سواحل پر بھی اسلام کے انوار و برکات کا ترشح اوّلین دورِ صحابہ سے مسلسل ہوتا رہا ہے۔ عرب تاجروں کے علاوہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی ایک قابل لحاظ تعداد، کوچین، کالی کٹ، گوا (GOA) کوکن اور دیگر مالاباری علاقوں میں آئی اور علم حدیث کے فروغ کے لیے یہیں بس گئی۔ ان بزرگوں کی مساعی جمیلہ سے گرد و نواح کی بے شمار مخلوق مشرف بہ اسلام ہوئی۔ آج بھی اِن علاقوں میں اُن بزرگوں کی قبریں ان کی تعمیر کردہ مساجد و مدارس کے خستہ آثار نظر آتے ہیں، چنانچہ مشہور ہے کہ "مدراس کے نزدیک

محمود بندر کے مقام پر دو صحابہ کرام کے مزارات موجود ہیں[1]"

ہندوستان کے ایک مشہور ہندو مورخ ڈاکٹر تارا چند اپنے مضمون "برصغیر میں اشاعت اسلام" کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

"کولم میں مبیت کیوں کے نام کے قبرستان میں علی بن عثمان کی قبر پر ۱۶۶ھ (۷۸۳ء) کا کتبہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آٹھویں صدی (عیسوی) میں مالابار کے ساحل پر مسلمان آباد ہو گئے تھے"[2]

چونکہ ہندوستان کے ان علاقوں میں عرب مسلمانوں کی آمد بغرض جہاد نہ تھی اس لیے یہاں آنے والے بزرگوں کی تبلیغ و اشاعت اسلام کی رفتار نسبتاً سست رہی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اسلام کی توسیع و ترویج کا کام تقریباً ابتدائی تین صدیوں تک بحسن و خوبی چلتا رہا جسے بلاشبہ ہندوستانی اسلامی تاریخ کا سنہرا دور کہا جا سکتا ہے۔ اس امر کی شہادت بھی ہندو مورخ ڈاکٹر تارا چند کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

"نویں صدی (عیسوی) کے بعد سے اسلام کا اثر دن بدن بڑھتا چلا گیا۔ مسعودی نے ۹۱۶ء (یعنی تقریباً ۲۹۲ھ) میں ہندوستان کا سفر کیا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ چولی میں دس ہزار سے زائد مسلمان آباد تھے۔ ان کا ایک سردار تھا جسے ہرامہ کہتے تھے۔ ابو دلادت مستمر بن الہلہلی بھی چولی کی مسجدوں کا ذکر کرتا ہے"[3]

ہندوستانی اسلامی تاریخ کے اس سنہرے دور کے بعد پھر اسلامی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوتا نظر آتا ہے۔ شمال مغربی سرحد پر واقع پہاڑی دروں کے راستہ سے سلطان سبکتگین اور سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان کی غیر مسلم ریاستوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور ان پر متعدد بار حملے کئے۔ محمود غزنوی کا سترھواں حملہ ۳۹۳ھ میں سومناتھ کے مندر پر ہوا جو اس کا سب سے بڑا اور کامیاب ترین حملہ تصور کیا جاتا ہے۔

مشہور اسلامی مورخ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیرؒ محمود غزنویؒ کے اس حملہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] سہ ماہی فکر و نظر ماہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۸ء [2] ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ج ۱۵ عدد ۱۰ ص ۴۹ ماہ جولائی ۱۹۸۵ء بشکریہ "دعوت" دہلی [3] ایضاً سہ ماہی فکر و نظر

"وقد غزا الملك الكبير الجليل محمود صاحب غزنه فی حدود اربعمائة بلاد الهند فدخل فیها وقتل وسبى ودخل السومنات وكسر الند الاعظم الذی یعبدونه ثم رجع سالما مؤیدا منصورا ... الخ"[1]

محمود غزنوی کے ہندوستان پر حملوں کے متعلق مورخ توقیر پاشا بیان کرتے ہیں:

"..... اب سلطان محمود کے حوصلے بہت بلند ہو گئے اور اس نے ہندوستان پر حملہ کرنے کے بارے میں سوچا۔ اس نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے اور ان حملوں کو اس نے جہاد کا نام دیا۔ اس سے مسلمان اس کے ہمدرد و مددگار بن گئے۔"[2]

اور

"..... محمود نے جب یہ دیکھا کہ اس کے سپاہیوں کا جوش ختم ہو رہا ہے تو انھیں جوش دلا کر اسلام پر فدا ہونے کو کہا چنانچہ محمود کے سپاہی بڑی بہادری سے لڑے اور ہندوؤں کو شکست دی الخ"۔[3]

بعض متعصب اور اسلام دشمن مورخین کا دعویٰ ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر صرف اپنی دولت میں اضافہ کرنے کی غرض سے یکے بعد دیگرے سترہ حملے کئے تھے، اسے مسلمانوں یا اشاعت اسلام سے کوئی سروکار نہ تھا۔ افسوس کہ انہی لوگوں کی اتباع میں پروفیسر خلیق احمد نظامی اپنی کتاب Religion & Politics (مذہب و سیاست) کے ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"محمود نے اپنے معرکوں میں ہندؤں سے زیادہ مسلمانوں کا خون بہایا تھا۔ اس نے درحقیقت مذہب، جو اس دور کی ایک بڑی سماجی طاقت تھا، کا سہارا صرف اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کی غرض سے لیا تھا۔"

اسی طرح جناب یوسف حسین صاحب Indo Muslim Politics (ہندوستانی مسلم سیاست) میں لکھتے ہیں:

"اس کے لیے وہ تمام لوگ میدانِ جنگ میں تھے جو اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے تھے خواہ وہ ہندو ہوں یا کہ مسلمان۔"

حالانکہ اس قسم کی باتیں قطعی بے بنیاد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سلطان محمود غزنوی نہایت

---

[1] البدایة والنہایة لابن کثیر ج ۱۲ ص ۲۲۳ [2] تاریخ ہند مصنفہ توقیر پاشا ص ۱۴۴ [3] ایضاً ص ۱۴۷

اعلیٰ کردار اور اسلامی اقدار کا حامل تھا۔ ہندوستان پر اس کے حملوں کا اصل محرک اس کا جذبہ جہاد اور اس خطے سے کفر و شرک کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا مصمم ارادہ تھا۔ مورخ توقیر پاشا سلطان محمود غزنوی کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"..... محمود اعلیٰ درجہ کا منصف مزاج بھی تھا اور ہر ایک کے ساتھ پورا پورا انصاف کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ مظلوموں اور عاجزوں کی مدد کرنے کے لیے وہ ہر وقت تیار رہتا تھا اور اپنے افسروں اور حاکموں کی خطاؤں سے درگزر کرتا تھا۔ وہ پکا سُنّی مسلمان تھا۔ پانچ وقت کی نماز اور رمضان میں روزے رکھنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ وہ رمضان کے مہینے میں زکوٰۃ بھی ادا کرتا تھا یعنی اپنی دولت کا ½ ۲ فیصدی حصہ غریبوں میں خیرات کر دیتا تھا مگر وہ تعصب سے کوسوں دور تھا... محمود حالانکہ ناخواندہ اور بے پڑھا لکھا انسان تھا مگر عالموں اور پڑھے لکھے لوگوں کی بیحد عزت کرتا تھا۔ اس کا دربار اپنے وقت کے عالم اور قابل لوگوں سے بھرا رہتا تھا۔ البیرونی محمود کے دربار کا زبردست عالم تھا۔ یہ مورخ، فلاسفر، نجومی، طبیب غرض کہ سب کچھ تھا۔ وہ محمود کے ساتھ ہندوستان آیا اور یہاں کے حالات قلمبند کئے.... الخ [1]

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان پر ان پے در پے حملوں سے ہندوستان کے ماحول پر زبردست اثر پڑا تھا۔ ایک طرف تو ان غیر مسلم ہندوستانیوں کے لیے بھی اسلام کوئی اجنبی دین نہ رہا جن تک صحابہ کرام، تابعین، اتباع تابعین اور ان کے تلامذہ کی رسائی نہ ہوئی تھی اور دوسری طرف ہندوستان کے شمالی خطوں میں آباد تمام مسلمان اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ آزاد اور محفوظ سمجھنے لگے تھے کیونکہ بقول ایک انگریزی مورخ اسٹین کونو:

"شمالی ہند میں جو مسلمان آباد تھے ان پر ہندو راجاؤں نے ٹیکس لگا رکھا تھا۔"[2]

سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان پر ان حملوں کے ثمرات کے ساتھ یہ بات بھی اپنی جگہ قطعی درست ہے کہ اس دور کے بعد ہی ہندوستان میں اسلام رفتہ رفتہ اپنی ہیئت و مرکزیت کھونے لگا۔ پہلا مسلم دانشور جس نے اہلِ اسلام کو ہندوانہ تصوف (ویدانت وغیرہ سے روشناس کرایا

---

[1] تاریخ ہند مصنفہ توقیر پاشا ص ۱۲۹ [2] Epigrafia Indica By Sten Konow ۳۹۱

سلطان محمود غزنوی کا ہی ایک درباری عالم ابوریحان البیرونی تھا۔ اس نے ضلع جہلم (پنجاب) کے پنڈتوں سے سنسکرت زبان سیکھی پھر ہندوؤں کی بہت سی اہم کتابوں کا عربی و فارسی میں ترجمہ کیا۔ انہی تراجم سے ہندوستانی مسلمان پہلی بار اُپنشدوں اور یوگ وغیرہ کی تعلیمات سے آشنا ہوئے۔ اس کے علاوہ سلطان محمود کے فوجیوں کے ذریعہ ہی ہندوستان میں یونانی فلسفہ بھی پہنچا جو عباسی خلیفہ مامون رشید کے عہد میں یونانی کتب فلسفہ عربی میں مترجم ہونے کے باعث کافی مقبول ہو چکا تھا۔ ان چیزوں کی درآمد سے قبل تک ہندوستان میں مسلمان صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم سے ہی واقف تھے مگر ہندوانہ تصوف اور فلسفہ نے رفتہ رفتہ علوم شریعت کی جگہ لینی شروع کر دی۔

محمود غزنوی کے بعد چھٹی صدی ہجری میں سلطان محمود غوری کے حملوں نے بھی ہندوستان میں مسلمانوں کو سیاسی و معاشرتی طور پر کافی تحفظ اور وقار بخشا، یہی وجہ ہے کہ اس دوران مسلمان ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس کا واضح ثبوت ہندوستان کے مختلف مقامات پر پائی جانے والی اس دور کی قبریں اور مساجد ہیں۔ مثال کے طور پر بہرائچ میں سید سالار کی قبر، بدایوں میں میران ملہم کی قبر، بلگرام میں خواجہ مجدالدین کی قبر، اناؤ (آسیوان) میں گنج شہیداں، مانیر Maner میں امام تقی فقیہ کی قبر اور علی گڑھ میں محمود غزنوی کی تعمیر کردہ کالی مسجد وغیرہ۔

ایک ہندو مورخ آر ایس ترپاٹھی The History of Qannoj (تاریخ قنوج) میں لکھتا ہے:

> "جدید مؤرخین نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ مسلمانوں کی بستیاں قنوج میں ترک کی فتوحات سے قبل بھی موجود تھیں۔"

ہندوستان پر محمد بن قاسم، سبکتگین، محمود غزنوی اور محمد غوری کے حملوں کے بعد یعنی ۱۲۰۶ء تا ۱۵۲۶ء دہلی کے تخت پر پہلے کچھ ترکی النسل غلام حکمراں رہے، بعد ازاں کچھ افغان خاندان (خلجی اور لودھی وغیرہ) پھر ۱۵۲۶ء تا ۱۸۵۷ء مغل بادشاہوں کا دور حکومت رہا لیکن افسوس کہ ان حکمرانوں میں سے (الا ماشاء اللہ) اکثر نے توسیع و اشاعت اسلام کا مقدس فریضہ کما حقہ انجام نہیں دیا۔ انھیں تو فقط کشور کشائی، اپنے اقتدار اور عیش طلبی سے غرض تھی ورنہ اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو ہندوستان پر حکومت کرنے کی تقریباً آٹھ صدیوں کی جو طویل مہلت عطا کی تھی وہ پورے ہندوستان کو مسلمان بنا لینے کے لیے کسی طرح بھی ناکافی نہ تھی۔

ہندوستان میں اسلام کے فروغ کو جہاں ویدانتی تصوف و فلسفہ وغیرہ کی یلغار اور ارباب

اقتدار کی بے حسی سے نقصان پہنچا وہیں ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ غلام اور افغان خاندانوں کے اکثر درباری اور سپاہی علاقہ ماوراء النہر سے تعلق رکھتے تھے جہاں ایک طرف پہلے ہی سے دینی مدارس میں حنفی فقہ، اشعری و ماتریدی عقائد، یونانی فلسفہ و منطق اور ان سب کے معجون مرکب علم کلام کا دور دورہ تھا تو دوسری طرف خانقاہوں میں وحدت الوجود، وحدت الشہود اور حلول وغیرہ کا سکہ رائج تھا۔ لہٰذا غلام و افغان خاندانوں کے دور حکمرانی میں ہندوستان میں اشاعت اسلام کی بنیاد قرآن و حدیث کی تعلیم کو بدل کر شدید حنفیت اور وجودی تصوف کے ستونوں پر استوار کی گئی۔ پھر اوائل عہد مغلیہ میں ایران سے سرکاری و غیر سرکاری سطح پر شیعیت کی در آمد کے ساتھ ہندوستان میں گویا مشرکانہ عقائد و خیالات، بدعات و رسومات کا ایک سیلاب امڈ آیا اور مسلمان رفتہ رفتہ اپنی باقی ماندہ اسلامی روایات و اقدار بھی کھونے لگے۔

مغل بادشاہ اکبر کے دور حکومت میں تو ہندوستان میں اسلام پر انتہائی غربت اور شدید بے کسی اور کسمپرسی کی حالت طاری ہو گئی تھی۔ اس کے جاری کردہ "دین الٰہی" نے دین محمدی کی کامل بیخ کنی کرنے اور اسے سرزمین ہند سے ملک بدر کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا تھا۔ اسی نے ہندوؤں کی مقدس کتب مہابھارت، رامائن اور اسی نوع کی دوسری سنسکرت کتابوں کا اپنی سرکاری زبان یعنی فارسی میں ترجمہ کروایا۔ اس کے بعد ایک دوسرے مغل بادشاہ دارا شکوہ نے ہندوانہ تصوف سے مسلمانان ہند کو مزید قریب کرنے کے لیے بنارس کے ہندو پنڈتوں کی مدد سے اپنشدوں کا فارسی ترجمہ کروایا اور اس کا نام "سرِ اکبر" رکھا۔ وہ خود اس کے مقدمہ میں لکھتا ہے کہ "قرآن کریم میں جس "کتاب مکنون" کا ذکر آیا ہے وہ اپنشد ہی ہیں۔ اس نے یوگ بشسٹ کا فارسی ترجمہ "منہاج السالکین" کے نام سے کروایا۔ ان کتابوں میں وحدت الوجود کا فلسفہ پوری شد و مد کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اس پُر فتن دور میں بھی بعض سعید روحیں ہندوستان کے مختلف گوشوں میں پیدا ہوتی رہی ہیں ہم ان میں سے چند کا تذکرہ کرتے ہیں:-

علامہ رضی الدین ابو الفضائل الحسن بن محمد بن الحسن بن حیدر بن علی القرشی العدوی العمری الصغانی الحنفیؒ (۵۷۷ھ۔ ۶۵۰ھ) بمقام لاہور پیدا ہوئے۔ آپ نے ہندوستان کے علمائے وقت کے علاوہ علمائے یمن و عرب کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا۔ آپ کثیر التصانیف تھے۔ آپ کی مطبوعہ تصانیف میں مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ، الاضداد، یفعول، العباب الزاخر و اللباب الفاخر اور موضوعات الصغانی، اور غیر مطبوعہ تصانیف میں مجمع البحرین، التکملہ لصحاح الجوہری

اسامی شیوخ البخاری، الشوارد فی اللغات، شرح القلادۃ السمطیۃ فی توشیح الدریدیۃ، شرح صحیح البخاری شرح ابیات المفصل، کتاب فعال علی وزن حذام اوقطام، کتاب التراکیبہ، کتاب درّ السحابۃ فی مواضع وفیات الصحابہ، مختصر الوفیات، ماتفرد بہ بعض ائمۃ اللغۃ، فعلان علی وزن سیان، کتاب الافتعال، الانفعال، کتاب الأضداد، کتاب العروض، کتاب فی اسماء الأسد، کتاب فی اسماء الذئب، کتاب مصباح الدجی، کتاب الشمس المنیرہ من الصحاح الماثورہ، کتاب الضعفاء، کتاب لفرائض، کتاب فی اسماء العادۃ، کتاب فی تعزیز بیتی الحریری، کتاب ذیل العزیزی، کتاب نظم عدد ای القرآن، کتاب نقعۃ الصدیان فی علم الحدیث، الدر الملتقط فی تبیین الغلط ونفی اللغط آپ کے کمال علم پر دلیل ہیں۔

وہ اپنی کتاب "مشارق الانوار" کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ کتاب صحت اور متانت میں میرے اور اللہ کے مابین حجت ہے۔ وہی خوب جانتا ہے کہ میں نے اس کی تالیف میں کس قدر مشقت اٹھائی ہے۔ اس کتاب کی خوبی اور بزرگی ہر شخص دریافت نہیں کرسکتا، اس کو صرف علماء جانتے ہیں اور علماء میں سے صرف وہی عالم جانتے ہیں جن کو علم حدیث میں بڑا ملکہ اور کمال مہارت حاصل ہے۔" [1]

"مشارق الانوار" کے خطبہ میں اس کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب زمانہ بگڑا اور اہل علم مرکھپ گئے اور کم علم نافہم جن کو صحیح اور ضعیف کے مابین تمیز نہیں عالم اور پیشوا مشہور ہوئے تو میں نے اس کتاب "مشارق الانوار" میں اپنی دو تصانیف مصباح الدجی اور شمس المنیرہ کی صحیح احادیث جمع کیں اور کتاب النجم للاقلیشی" وکتاب الشہاب للقضاعی" سے بھی جو صحیح روایات ملیں وہ اس میں شامل کیں تاکہ صحیح احادیث مختصر کتاب میں یکجا جمع ہوجائیں۔" [2]

اس کتاب کی اہمیت، جامعیت اور افادیت کا اندازہ علامہ گارزونی کے اس قول سے بخوبی ہوتا ہے کہ "مشارق الانوار میں سب احادیث دو ہزار دوسو چھیالیس (۲۲۴۶) ہیں۔" مشارق الانوار کی بہت سی شروح لکھی گئی ہیں جن کی تفصیل علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری نے "مقدمہ تحفۃ الاحوذی" [3]

---

[1] کمافی مقدمۃ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ص۱۳۵ [2] ایضاً [3] ایضاً ص۱۳۶-۱۳۷

میں درج کی ہے۔

علامہ صغانیؒ کی دوسری کتاب "الدر الملتقط" کے متعلق علامہ کتانیؒ بیان کرتے ہیں:

"رضی الدین ابوالفضائل حسن بن محمد بن الحسن بن حیدر العدوی العمری الصغانی جن کو بعض لوگ الصاغانیؒ بھی کہتے ہیں .... نے اس کتاب میں احادیث موضوعہ جمع کی ہیں اور اس میں ایسی بہت سی احادیث بھی درج کر دی ہیں جو موضوع کے درجہ کو نہیں پہنچتی ہیں۔ وہ محدثین میں سے ابن الجوزیؒ اور فیروزآبادیؒ صاحب سفر السعادۃ وغیرہ کی طرح اس بارے میں بہت متشدد تھے۔"[1]

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی الجراحیؒ، ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروزآبادیؒ، محمد درویش حوت البیروتیؒ، محمد علی الشوکانیؒ، ملا علی القاریؒ اور محدث عصر علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ نے احادیث موضوعہ سے متعلق علامہ صغانی کی تصریحات کو بہت سے مقامات پر قبول کیا ہے۔[2]

تفصیلی حالات کے لیے دیکھئے۔[3]

علامہ صغانی سے قبل قاضی سعد الدین خلف بن محمد الکردی الحسناباذیؒ، شیخ نظام الدین محمد بن الحسن المرغینانیؒ اور شیخ مسعود بن شیبہ بن الحسین ابن السندی عماد الدینؒ (صاحب کتاب التعلیم[4]) وغیرہ کا شمار ہندوستان کے مشاہیر علماء میں ہوتا تھا۔ اول الذکر دو علماء سے علامہ

---

[1] رسالۃ المستطرفہ للکتانی ص۵۱ [2] سفر السعادۃ للفیروزآبادی ص۱۴۵ مطبوعہ دار العصور ۱۳۳۲ھ، کشف الخفاء للعجلونی ج۲ ص۹۲، ۲۸۶، ۲۹۳، ۳۰۰، فوائد المجموعہ للشوکانی ص۱۴۷، ۲۱۷، ۲۵۷، اسنی المطالب للحوت ص۱۳۰، اسرار المرفوعہ للقاری ص۲۷، المصنوع فی معرفۃ الاحادیث الموضوع للقاری ص۲۷، ۶۱، ۹۰، ۹۱، ۱۱۲، ۱۱۴، ۱۲۹، ۱۵۰، ۱۵۵، ۱۷۷، ۱۸۲، ۲۰۴، ۲۱۴، ۲۱۸، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۴۵، ۲۴۸، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی ج۱ ص۶۵، ۱۶۵، [3] الاعلام لخیر الدین زرکلی ج۲ ص۲۳۲ طبع قاہرہ ۱۹۵۹ء، بغیۃ الوعاۃ للسیوطی ج۱ ص۵۱۹ دار احیاء الکتب العربیہ ۱۹۶۴ء، الجواہر المضیئۃ للقرشی ج۱ ص۲۰۱، ۲۰۲، شذرات الذہب ج۵ ص۲۵۰، العبر ج۵ ص۲۰۵-۲۰۶ العقد الثمین ج۴ ص۱۷۶-۱۷۹، فوات الوفیات ج۱ ص۲۶۱-۲۶۲، معجم الادباء ج۹ ص۱۸۹-۱۹۱، النجوم الظاہرہ ج۷ ص۲۶ طبع دار الکتب المصریہ ۱۹۳۲ء تاریخ التراث العربی لفواد سزگین ج۱ ص۲۱ رسالۃ المستطرفہ للکتانی ص۱۵۱ طبع دار الفکر بدمشق ۱۹۶۴ء، مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ص۱۳۵-۱۳۶ تحفۃ الاخیار ابجد العلوم للنواب صدیق حسن خاں وغیرہ [4] الجواہر المضیئۃ للقرشی ج۲ ص۱۶۹

صغانیؒ کو شرف تلمذ حاصل رہا ہے۔

علامہ صغانیؒ کے بعد شیخ محمود بن محمد سعد الدین دہلویؒ (م ۷۶۶ھ، صاحب افاضۃ الانوار فی اضاءۃ اصول المنار[۱]) ایک معروف عالم دین تھے۔ ان کے بعد قاضی جلال الدین دہلویؒ اور علامہ نجم الدین ابوالخیر سعید بن عبد اللہ دہلویؒ (م ۹۴ھ) کا دور آتا ہے پھر شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن عبد الدائم بن موسیٰ برماوی شافعیؒ (م ۸۳۱ھ، صاحب اللامع الصبیح شرح جامع الصحیح للبخاریؒ) عبد الاول جونپوریؒ (م ۹۶۸ھ صاحب فیض الباری شرح بخاری) شیخ علی مہائمیؒ شیخ علی المتقی بن حسام الدین جونپوریؒ (م ۹۷۵ھ، صاحب کنز العمال) شیخ ناگوریؒ، مولانا ید اللہ السوہیؒ شیخ برخوردار السندیؒ، شیخ وجیہ الدین گجراتیؒ (شارح نخبۃ الفکر) اور شیخ محمد بن طاہر بن علی پٹنی گجراتی حنفیؒ (م ۹۸۶ھ، صاحب مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار، تذکرۃ الموضوعات، تعلیقات علی جامع الترمذی عن شرح الاحوذی، مغنی، قانون فی ضبط الاخبار الموضوعہ والرجال الضعفاء) وغیرہ جیسے ائمہ حدیث پیدا ہوئے۔ ان میں سے شیخ محمد بن طاہر بن علی پٹنی گجراتیؒ کے متعلق علامہ عبد الرحمٰن مبارکپوریؒ نے "مقدمہ تحفۃ الاحوذی" میں شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ کا یہ قول نقل کیا ہے

"میاں محمد طاہر در پٹن گجرات بودہ ..... بحرمین شریفین رفتہ مشائخ آں دیار شریف را دریافت تحصیل و تکمیل علم حدیث نمود یا لشیخ علی متقی رحمہ اللہ علیہ صحبت داشت و مرید شد در علم حدیث توالیف مفیدہ جمع کردہ ازاں جملہ کتابیست کہ متکفل شرح صحاح است مسمی بمجمع البحار و رسالۂ دیگر مختصر مسمی بمغنی کہ تصحیح اسماء رجال کردہ بے تعرض بہ بیان احوال بغایت مختصر و مفید و در خطبہا ئے ایں کتب مدح شیخ علی متقی بسیار کردہ" [۲]

اس کے بعد شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانیؒ (م ۱۰۳۴ھ، صاحب مکتوبات امام ربانی درلاثانی، مبداء و معاد، رد روافض) شاہ عبد الحق بن سیف الدین دہلویؒ (م ۱۰۵۲ھ، صاحب اللمعات شرح مشکوٰۃ بزبان فارسی، التبیان فی ادلۃ مذہب الامام ابی حنیفہ النعمانؒ، اخبار الاخیار، مدارج النبوۃ، جذب القلوب) شیخ عبد العلیم بن شمس الدین سیالکوٹیؒ (م ۱۰۶۷ھ، صاحب حواشی شرح المواقف، تفسیر بیضاوی، مقدمات التوضیح المطول) شاہ نور الحق بن عبد الحق دہلویؒ (م ۱۰۷۳ھ، صاحب تیسیر القاری

۱۔ الجواہر المضیئۃ للقرشی ۲۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ص ۱۸۹-۱۹۰ بحوالہ اخبار الاخیار للدہلوی

شرح صحیح البخاریؒ بزبان فارسی، لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ بزبان عربی، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ بزبان فارسی، رسالہ اسناد حدیث واسماء الرجال، شیخ خازن الرحمتؒ (ابن شیخ احمد سرہندیؒ) شیخ محمد سعیدؒ (محشی مشکوٰۃ) اور شیخ سلام اللہؒ (شارح مؤطا) وغیرہ کا دور آتا ہے۔ یہ وہ دور ہے جس میں خالص علوم شریعت کو اعلیٰ پیمانہ پر فروغ نہ مل سکا۔

اس دور کی ایک نامور شخصیت شیخ احمد سرہندیؒ کے متعلق نواب صدیق حسن خاں قنوجی ثم بھوپالیؒ "ابجد العلوم" میں فرماتے ہیں: "قد کان من کبراء المحدثین بالھند" یعنی ہندوستان کے اکابر محدثین میں سے تھے۔ اسی طرح ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مجدد الف ثانیؒ کی مدح میں بیان کرتے ہیں:

> "حضرت مجددؒ کی تجدیدی مساعی کا اصلی رُخ تصحیح عقائد، ردّ بدعات، التزام شریعت اور اتباع سنت کی جانب تھا اور اس ضمن میں انھوں نے رائج الوقت علمی و نظری اور اخلاقی و عملی ہر نوع کی گمراہیوں اور ضلالتوں پر بھرپور تنقید کی چنانچہ تردید شیعیت پر بھی نہ صرف یہ کہ ان کے مکاتیب میں بہت زور ہے بلکہ "رد روافض" کے عنوان سے ایک مستقل رسالہ بھی انھوں نے تحریر فرمایا۔ الخ[1]

حقیقت یہ ہے کہ شیخ احمد سرہندیؒ اصلاً ایک صوفی منش آدمی تھے۔ فلسفہ "وحدۃ الوجود" کے مقابلے میں نظریہ "وحدۃ الشہود" کی تدوین و ترویج صوفیاء کے نزدیک ان کا بڑا اہم کارنامہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی ان کی مقلدانہ روش انھیں شان محدثیت سے فروتر کر دیتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ ان کے مکاتیب میں ردِ بدعات، تصحیح عقائد اور ردِّ روافض پر بھی کافی زور نظر آتا ہے لیکن چونکہ اس دور میں تصوف اور شریعت کے مرکب کو ہی اصل اسلام سمجھا جانے لگا تھا لہٰذا مجدد الف ثانی بھی اپنے آپ کو تصوف کی نظریاتی یلغار سے محفوظ نہ رکھ سکے تھے۔ جن لوگوں نے آپ کے مکاتیب اور مبدا ر و معاد کو بغور دیکھا اور پڑھا ہے وہ جانتے ہیں کہ ان میں متصوفانہ نظریات کی آمیزش کس قدر ہے۔ نظریۂ "وحدۃ الشہود" کی ترویج و اشاعت کے لیے آپ نے جو کام کیا ہے اس کے پیش نظر ہی راقم نے ان کو صوفیاء کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ شیخ احمد سرہندیؒ کی مقلدانہ شدت کے متعلق ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی یہ شہادت ہدیۂ قارئین ہے:

---

[1] ماہنامہ حکمت قرآن لاہور ج ۶ عدد ۲ ص۴۴

"بااین ہمہ حضرت مجددؒ کے یہاں بھی حنفیت میں غلو اُسی شدّت کے ساتھ موجود ہے جو مسلم انڈیا کی پوری تاریخ کا جزو لا ینفک ہے"۔ [سے]

اسی دور کی ایک اور اہم شخصیت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے متعلق عام طور پر یہ مشہور ہے کہ سرزمینِ ہند میں حدیث نبویؐ کا پودا لگانے کی خدمت حضرت محدث نے سرانجام دی تھی، چنانچہ مسلک اہلِ حدیث کے سرخیل نواب صدیق حسن خاں بھوپالیؒ فرماتے ہیں:

"یہ جان لو کہ جب مسلمانوں نے ہندوستان کو فتح کیا اس وقت یہاں علم حدیث موجود نہ تھا بلکہ کبریت احمر کی طرح پردیسی اور عنقار کی طرح ناپید تھا۔ اکثر مسلمان علوم قرآن وسنت کے ساتھ اعراض وتغافل برتتے اور قدیم زمانہ کے فنون فلسفہ نیز حکمت یونان کو فروغ دیتے تھے، البتہ کچھ فقہ کا درس دینے والے ضرور موجود تھے، چنانچہ اس دور تک آپ ان کو علوم شریفہ سے قطعاً عاری پائیں گے۔ آج بھی ان کا زیور تحقیق کے بجائے تقلید کے طریقہ پر یہی فقہ حنفی ہے، الا ماشاء اللہ تعالیٰ۔ اسی باعث یہ فقہی تقلید ایک نسل کے بعد اگلی نسلوں تک وراثت کے طور پر منتقل ہوتی رہی۔ اور فتاویٰ و روایات کی بہتات ہوگئی، جن پر تقلیدی اعتبار سے محکم نصوص کو چھوڑتے ہوئے عمل کیا جاتا تھا۔ سید البریات کی سنن پردیسی ہوگئی تھیں تعلیم فقہ کو حدیث کے اوپر ترجیح دی گئی، اور مجتہدات کی تطبیق سنن کے ساتھ کی جانے لگی اور اس پر ایک زمانہ بیت گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس علم کو فروغ دینے کے لیے شیخ عبدالحق بن سیف الدین الترک الدہلویؒ م ۱۰۵۲ھ وغیرہ کو مفوض کیا گیا۔ آپ وہ پہلے شخص تھے جو اس علاقہ میں آئے اور اپنے مکان کو اچھی طرح مسند درس بنایا۔ ان کے بعد ان کے بیٹے شیخ نور الحقؒ م ۱۰۷۳ھ اور ان کے کچھ تلامذہ .... پھر ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے شیخ الاجل، محدث الاکمل، ناطق وحکیم وقت، اس طبقہ کے افق وزعیم شیخ ولی اللہ بن عبدالرحیم الدہلویؒ م ۱۱۷۶ھ کو بھیجا پھر ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد کو اس علم کی نشر واشاعت کے لیے مقرر فرمایا جن کے ذریعہ دور بھگایا ہوا علم حدیث مرغوب چیز بن کر لوٹا اور اللہ تعالیٰ نے

سے ماہنامہ حکمت قرآن لاہور ج ۶ عدد ۲ ص ۴۶

ان کے علوم سے بہت سے مومنوں کو نفع بخشا، شرک و بدعات اور دین میں محدثات الامور کے فتنوں کی تردید میں ان کی مساعی کو مشکور فرمایا پھر ان سے مستفید ہونے والے علماء نے علم سنت کو دوسرے علوم پر ترجیح دینا شروع کیا اور فقہ کو اس کا تابع و محکوم بنا دیا۔"[1]

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب بھی شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کی دینی خدمات کے سلسلہ میں نواب صاحبؒ کے ہم خیال نظر آتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

"اور واقعہ یہ ہے کہ یہی حضرت محدث کی اصل خدمت Contribution ہے کہ انھوں نے علم حدیث کا پودا سرزمین ہند میں لگایا اور حدیث رسولؐ کی باقاعدہ درس و تدریس کا بھی آغاز کیا اور اس کے متعلق تصنیف و تالیف کا بھی الخ"[2]

یہ درست ہے کہ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ہندوستان میں کئی صدیوں بعد علم حدیث کی باقاعدہ تعلیم و تدریس اور اس سلسلہ میں تصنیفات کی داغ بیل ڈالی تھی مگر اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ مجتہد نہیں بلکہ ایک مقلد اور صوفی بزرگ تھے۔ "التبیان فی ادلتہ مذہب الامام ابی حنیفتہ النعمان" آپ کی مقلدانہ ذہنیت کی عکاس اور "مدارج النبوۃ" نیز "اخبار الاخیار" آپ کے متصوفانہ افکار کی شاہکار تصانیف ہیں۔ آپ کے صوفی اور مقلد ہونے کا اعتراف ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"چنانچہ وہ صوفی بھی تھے اور خواجہ باقی باللہ ہی کے مرید بھی لیکن اس کے باوجود کہ انھیں بھی وحدت الوجود سے بُعد تھا (مگر) وہ اس کی تردید میں اس درجہ سرگرم نظر نہیں آتے۔ اسی طرح وہ حنفی بھی تھے لیکن متشدد نہیں بلکہ فقہ حنفی کا رشتہ حدیث رسولؐ کے ساتھ جوڑنے کی سعی اولاً انہی سے شروع ہوئی۔ الخ"[3]

بارہویں صدی ہجری میں شاہ عبدالرحیمؒ (م ۱۱۳۱ھ، والد شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ایک بلند پایہ صوفی تھے) علامہ نور الدین ابوالحسن محمد بن عبدالہادی السندیؒ (م ۱۱۳۹ھ صاحب حواشی علی

---

[1] الحطتہ للنواب صدیق حسن خاں ص۸ [2] ماہنامہ حکمت قرآن لاہور ج ۶ عدد ۲ ص۱۶ ص۳ [3] ایضاً

البیضاوی ومسند احمدؒ وصحیح البخاریؒ وصحیح المسلمؒ وسنن النسائیؒ وسنن ابن ماجہؒ وجامع الترمذی وفتح القدیر والجلالین والاذکار النبویہ وشرح النخبۃ وشرح الہدایۃ وکتاب الوجازۃ فی الاجازۃ لکتب الحدیث)، شیخ محمد ابو الطیب السندیؒ (م ۱۱۴۰ھ، صاحب حواشی علی الاصول الستہ)، شیخ نور الدین احمد آبادی (م ۱۱۵۵ھ، صاحب نور القاری شرح صحیح البخاریؒ)، شیخ محمد حیات بن ابراہیم السندیؒ (م ۱۱۶۳ھ، صاحب اعتقاد الکبری)، شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ، صاحب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، حجۃ اللہ البالغۃ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، فیوض الحرمین، البلاغ المبین، المسویٰ شرح مؤطا بزبان عربی، المصفیٰ شرح مؤطا بزبان فارسی، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن، قول الجمیل، ہمعات، اطیب النغم، چہل حدیث، المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ، الجزء اللطیف، الطاف القدس، تفہیمات الٰہیہ، الخیر الکثیر، شرح تراجم ابواب صحیح البخاریؒ، البدور البازغہ، فتح الخبیر بما لا بد من حفظہ فی علم التفسیر، تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء، الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین، انسان العین فی مشائخ الحرمین، فیصلہ وحدت الوجود والشہود، الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ اور انفاس العارفین)، شیخ ہاشم بن عبد الغفور السندیؒ (صاحب فاکہۃ البستان وترتیب صحیح البخاریؒ علی ترتیب الصحابہ)، شیخ محمد افضل سیالکوٹیؒ (استاد شاہ ولی اللہ دہلویؒ)، شیخ محمد معین الدین السندیؒ (م ۱۱۸۰ھ، تلمیذ شاہ ولی اللہؒ، صاحب دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب)، شیخ عبد اللطیف القرشی السندیؒ (م ۱۱۸۹ھ، صاحب ذُبابات الدراسات عن المذاہب الاربعۃ المتناسبات)، شیخ غلام علی آزاد بلگرامیؒ (م ۱۱۹۴ھ صاحب سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ید البیضاء، مآثر الکرام فی تذکرۃ علماء بلگرام، ضوء الدراری شرح صحیح البخاریؒ)، اور شیخ شہاب الدین دولت آبادیؒ (صاحب بحر مواج تفسیر قرآن کریم بزبان فارسی) وغیرہ جیسے جلیل القدر علماء گزرے ہیں۔

اس بارہویں صدی ہجری میں جو علماء گزرے ہیں ان میں سے اکثر سابقہ دور کی طرح تصوف و شریعت ہی کے مرکب کے علمبردار تھے۔ اس پوری صدی میں تنہا شیخ محمد حیات بن ابراہیم السندیؒ کی ذات گرامی ایسی نظر آتی ہے "جو نہ صرف تصوف کے اثرات سے بہت دور تھی بلکہ مقلدانہ روش بھی ان کا شعار نہ تھا"[1] شاہ ولی اللہ کے والد بزرگوار شاہ عبد الرحیم دہلوی اپنے وقت کے ایک مشہور صوفی تھے،

---

[1] الاتحاف النبلاء المتقین للنواب صدیق حسن خاں ص۴۳ وابجد العلوم للنواب صدیق حسن خاں ص۴۴۹ وغیرہ

۴۰۰

جہاں تک شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا تعلق ہے تو وہ بیک وقت اپنے والد شاہ عبدالرحیمؒ کی طرح اپنے وقت کے ایک بڑے صوفی اور عالم دونوں تھے۔ جن لوگوں کو ان کی متصوفانہ کتب تک رسائی نہیں ہوئی ہے وہ ان حضرات کے متعلق بہت خوش فہم نظر آتے ہیں، چنانچہ نواب صدیق حسن خاں قنوجیؒ فرماتے ہیں :

> "پھر (شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اور ان کے فرزند کے بعد) اللہ تعالیٰ نے شیخ الاجل، محدث الاکمل، ناطق وحکیم وقت، اس طبقہ کے افق وزعیم شیخ ولی اللہ بن عبدالرحیم الدہلویؒ م ۱۱۷۶ھ کو بھیجا الخ" [۱]

اور شارح ترمذیؒ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ شاہ ولی اللہ کے متعلق "مقدمہ تحفۃ الاحوذی" میں تحریر فرماتے ہیں :

> "شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ہندوستان میں علم حدیث کا پودا لگایا بعد میں اس پودے نے توانائی اختیار کی اور آس پاس کے بہت سے شہروں اور علاقوں میں اس کی شاخیں پھیل گئیں۔ ان کے علم سے فیضیاب ہو کر ایک ایسی عظیم جماعت تیار ہوئی جو علوم دین اور سنت نبویہ کی اشاعت کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی اور ان کی کوششوں سے ایک بڑا طبقہ پیدا ہو گیا جو علوم حدیث اور اس کی تبلیغ واشاعت کے لیے جدوجہد کرنے لگا۔" [۲]

اسی طرح بعض لوگوں نے شاہ ولی اللہ دہلوی کی ذات کو "اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے طویل عمل کا اصل نقطہ آغاز" بتایا ہے ــــ لیکن افسوس کہ یہ تمام حضرات یہ بتانا بھول گئے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے تصوف کی جو خدمت انجام دی اس کی شاخیں ہندوستان میں کہاں کہاں پھیلیں اور ان سے فیض حاصل کرنے والے کس دین ومذہب کی تبلیغ واشاعت کے لیے کمربستہ ہوئے۔ اگر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو بحیثیت ایک صوفی دیکھا جائے تو آپ "وحدۃ الوجود" اور "وحدۃ الشہود" دونوں نظریات کے حامل نظر آتے ہیں۔ "در الثمین، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، فیوض الحرمین، تفہیمات الٰہیہ، فیصلہ وحدت الوجود والشہود اور انفاس العارفین تصوف پر آپ کی گراں مایہ تصانیف تصور کی جاتی ہیں۔ صرف "انفاس العارفین" کہ جس میں شاہ ولی اللہؒ نے اپنے والد شاہ عبدالرحیمؒ کی بزرگی کی بے سر

---

[۱] الحطہ للبوفانی ص ۷۰ [۲] مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ص ۲۶

حکایات کو ملفوظات کی شکل میں بلا تبصرہ و تنقید جمع فرمایا ہے، آپ کو صوفیاء کی صف میں لاکھڑا کرنے کے لیے کافی ہے۔ واضح رہے "انفاس العارفین" شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی آخری تصنیف تھی اور بقول علامہ عبید اللہ سندھیؒ صاحب "یہ شاہ ولی اللہ کے فلسفہ اور تصوف کی روح ہے"۔[1]

مگر اس کے ساتھ ہی علم حدیث اور تفسیر پر بھی آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں چنانچہ انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے کام کو دو حصّوں میں تقسیم سمجھا جائے: پہلا حصّہ وہ ہے جو تجدید و احیائے دین سے متعلق ہے اور بلاشبہ قابلِ قدر ہے مگر آپ کے کام کا دوسرا حصّہ جو تصوّف سے متعلق ہے بلاشبہ قرآن و سنّت میں اس کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔ واللہ اعلم

اس کے بعد آنے والے دور میں شیخ محمد باقر آگاہؒ (م ۱۲۲۰ھ) قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ، تلمیذ شاہ ولی اللہؒ، صاحب تفسیر مظہری، منار الاحکام، السیف المسلول، مالا بد منہ، ارشاد الطالبین) عبد العلی بن ملا نظام الدین لکھنویؒ (م ۱۲۲۵ھ، صاحب فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت) شاہ عبد القادرؒ بن شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۲۳۰ھ، صاحب تفسیر موضح القرآن) شاہ رفیع الدینؒ بن شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۲۳۵ھ، صاحب تفسیر صاحب علامات قیامت، راہ نجات، دفع الباطل و معاون موضح القرآن) احمد حسن دہلویؒ (م ۱۲۳۸ھ) شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۲۳۹ھ، صاحب بستان المحدثین، العجالۃ النافعہ، تحفہ اثناء عشریہ، تفسیر عزیزی، فتاویٰ عزیزی) عبد العزیز فرہاوی ہندیؒ (م ۱۲۴۱ھ صاحب کوثر النبی) عبد الرحیم غزنویؒ (م ۱۲۴۲ھ) شاہ عبد الحیؒ بڈھانویؒ (م ۱۲۴۳ھ) شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ابن عبد الغنی دہلویؒ (م ۱۲۴۶ھ تلمیذ شاہ عبد العزیز دہلویؒ صاحب تقویۃ الایمان، اصول فقہ، عظمت صحابہ و اہلبیت، تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین، منصب امامت، صراط مستقیم، عبقات) سیّد احمد شہیدؒ (م ۱۲۴۶ھ) فرحت حسینؒ (م ۱۲۴۷ھ) محمد عابد السندیؒ (م ۱۲۵۷ھ، صاحب حصر الشارد، طوالع الانوار علی الدر المختار، شرح مسند ابی حنیفہؒ) ملا اخوند شیر محمدؒ (م ۱۲۵۷ھ) محمد علی رامپوریؒ (م ۱۲۵۸ھ) شاہ عبد الحق دہلویؒ (م ۱۲۶۱ھ) شاہ محمد اسحاق بن بنت شاہ عبد العزیز دہلویؒ (م ۱۲۶۲ھ) اسماعیل مراد آبادیؒ (استاذ بشیر الدین قنوجیؒ) اوحد الدین بلگرامیؒ (استاذ بشیر الدین قنوجیؒ) محمد حسن بریلویؒ (استاذ بشیر الدین قنوجیؒ) ولایت علی صادقپوریؒ (م ۱۲۶۹ھ) نور الاسلام بن سلام اللہؒ (استاذ بشیر الدین قنوجیؒ) محمد علی رامپوری (استاذ بشیر الدین

---

[1] شاہ ولی اللہ اور اُن کا فلسفہ از عبید اللہ سندھی ص ۲۱۵ ― توحید خالص

قنوجیؒ) مفتی شرف الدینؒ (استاد بشیر الدین قنوجیؒ)، شاہ نور علیؒ (م ۱۲۶۲ھ) احمد علی چریا کوٹیؒ (م ۱۲۷۲ھ) قاضی محمد بشیر الدین قنوجیؒ (م ۱۲۷۳ھ، استاذ سید امیر حسنؒ صاحب مذہب ماثور، تبصرۃ الناقد صیانۃ الناس) عنایت علی عظیم آبادیؒ (م ۱۲۷۳ھ)، ابو عبد الرحمٰن شرف الحق محمد اشرف ڈیانویؒ (تلمیذ بشیر الدین قنوجیؒ) سخاوت علی جونپوریؒ (م ۱۲۷۳ھ) سید احمد حسن عرشیؒ (م ۱۲۷۷ھ) قاضی عبید اللہ مدراسیؒ (م ۱۲۸۰ھ صاحب جزء من تفسیر فیض الکریم) محمد یعقوبؒ اخو الشیخ محمد اسحاق الدہلویؒ (م ۱۲۸۲ھ)، مفتی صدر الدین خاں آزردہؒ (م ۱۲۸۵ھ، تلمیذ شاہ عبد العزیز دہلویؒ) عبد الحق محدث بنارسیؒ (م ۱۲۸۶ھ)، فضل الحق خیر آبادیؒ (م ۱۸۶۱ء مدفن انڈمان) نواب مصطفیٰ خاں شیفتہؒ (م ۱۲۸۶ھ) کرامت علی جونپوریؒ (م ۱۲۹۰ھ) فضل امامؒ (استاذ مفتی صدر الدین خاں آزردہؒ) مرزا حسن علی محدث لکھنویؒ (تلمیذ شاہ عبد العزیزؒ) محمد رحیم الدین بخاریؒ (تلمیذ شاہ عبد العزیز و شاہ عبد القادر دہلویؒ) نواب قطب الدینؒ (تلمیذ شاہ محمد اسحٰقؒ، صاحب مظاہر حق)، ابو سعید عبد الغنی مجددی دہلویؒ (تلمیذ شاہ محمد اسحٰقؒ)، محمد ناصر حازمیؒ (تلمیذ شاہ محمد اسحٰقؒ) فضل الرحمٰن مراد آبادیؒ (تلمیذ شاہ محمد اسحٰقؒ) ابو اسحٰق لہراویؒ اعظمی (تلمیذ شاہ عبد العزیز دہلوی، صاحب نور العینین فی اثبات رفع الیدین) سید امیر حسن سہسوانیؒ (م ۱۲۹۱ھ، تلمیذ میاں محمد نذیر حسین دہلویؒ صاحب براہین اثنا عشر) غلام رسولؒ (م ۱۲۹۱ھ، الف علی بہاری (م ۱۲۹۶ھ) لطف علی بن رجب علی راجگیری بہاری (م ۱۲۹۶ھ، استاد علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ) احمد علی سہارنپوریؒ (م ۱۲۹۰ھ صاحب حل صحیح البخاریؒ) مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (م ۱۲۹۷ھ، مدفن دیوبند) سید عبد اللہ غزنوی (م ۱۲۹۸ھ تلمیذ میاں محمد نذیر حسین دہلویؒ، صاحب حمائل غزنویہ) عبد القیوم بن بنت شاہ عبد العزیز دہلویؒ (م ۱۲۹۹ھ تلمیذ شاہ محمد اسحاق دہلویؒ) شاہ محمد عاشق پھلتیؒ، شاہ نور اللہ بڈھانویؒ شیخ جمال الدینؒ شاہ محمد امین کاشمیریؒ، شیخ محمد عیسیٰ، شیخ حسن جانؒ، شاہ عبد الجلیل علی گڑھیؒ (استاذ سید امیر حسن سہسوانیؒ) عبد الحلیم انصاری لکھنویؒ (استاذ و والد شیخ ابو الحسنات عبد الحیٔ لکھنویؒ) محمد بن عبد اللہ غزنویؒ (تلمیذ میاں محمد نذیر حسین دہلویؒ) شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین دہلویؒ، حسن علی ہاشمی لکھنویؒ اور عبد الحیٔ دہلویؒ (تلمیذ شاہ عبد العزیز دہلویؒ) وغیرہ وسعت علم، تقویٰ و ورع، فضل و زہد اور تحقیق و اتقان میں اپنے زمانہ کے امام تھے۔ ان میں سے اکثر کے دلوں میں علم حدیث، اس کی اتباع ترویج، اشاعت اور تدریس کی محبت رچی بسی تھی مگر ان تمام حضرات میں سب سے زیادہ ممتاز شاہ ولی اللہ کے فرزند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی شخصیت تھی۔

علامہ مبارکپوریؒ شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان سب میں شیخ الاجل مسند وقت، فقیہ، مفسر و محدث شاہ عبدالعزیزؒ کو علوم حدیث و قرآن کی نسبتاً سے امتیازی مقام حاصل تھا۔ سترہ سال کی عمر میں اپنے والد کے انتقال کے بعد انھوں نے تدریس، افتاء، ارشاد و ہدایت کی ذمہ داری سنبھالی تھی۔ لوگوں نے دین و علوم شرعیہ کی مشکلات کے حل کے لیے انھیں مرجع بنالیا تھا الخ"، [1]

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے بعد ان کے جانشین شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ مہاجر مکی کی شخصیت ایک نابغۂ روزگار بن کر ابھری۔ اُن کے متعلق علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں:

"ان سب میں شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ آفاقی حیثیت رکھتے تھے چنانچہ انھوں نے مسند درس سنبھالی۔ ان کے زمانہ میں ریاست حدیث ان پر ختم تھی۔ ان کے علم سے مستفید ہوکر شاگردوں کی ایک بڑی جماعت خارج ہوئی"، [2]

اس دور کے ایک اور عبقری عبداللہ بن محمد بن محمد شریف الغزنویؒ تھے جن کے متعلق نواب صدیق حسن خاںؒ فرماتے ہیں:

"چرخ اگر ہزار چرخ زند مشکل کہ چنیں ذات جامع کمالات برروئے ظہور آرد ہم محدث بود وہم محدث" [3]

(ترجمہ: آسمان اگر ہزار بار بھی گردش کرے تو مشکل ہے کہ اب ایسی جامع کمالات ہستی معرض وجود میں آئے وہ محدِث و محدَث دونوں تھے۔

اُن کے متعلق مولانا سید عبدالحی الحسنی بیان کرتے ہیں:

"الشیخ الامام العالم المحدث عبداللہ بن محمد بن شریف الغزنوی الشیخ محمد اعظم الزاہد المجاہد، الساعی و المرضاۃ اللہ المؤثر لرضوانہ علیٰ نفسہ و اہلہ و مالہ و اوطانہ صاحب المقامات الشہرۃ المعارف العظیمہ الکبیرۃ"، [4]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن محمد بن محمد شریف غزنوی شیخ تھے، امام تھے، عالم تھے، زاہد

---

[1] مقدمہ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ص۲۷ [2] ایضاً ص۲۷-۲۸ [3] تقصار من تذکار جیود الاحرار للبوفالی ص۱۹۲

[4] نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر للحسنی ج ۷ ص۳۰۲

تھے، مجاہد تھے، رضائے الٰہی کے حصول میں کوشاں تھے۔ اللہ کی رضا کے لئے اپنی جان، اپنا گھر بار، اپنا مال، اپنا وطن غرض سب کچھ لٹا دینے والے تھے علمارِ سُو، کے خلاف آپ کے معرکے مشہور ہیں۔"

اور شارح سنن ابوداؤدؒ علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ فرماتے ہیں :

انہ کان فی جمیع احوالہ	"وہ ہر وقت اور ہر حال میں اللہ عزوجل
مستغرقاً فی ذکر اللہ عزّ وجلّ	کے ذکر میں ڈوبے رہتے تھے حتی کہ ان کا
حتی ان لحمہ وعظامہ و	گوشت، ان کی ہڈیاں، ان کے پٹھے، ان
اعصابہ واشعارہ وجمیع بدنہ	کے بال اور تمام بدن اللہ عزوجل کی
کان متوجھا الی اللہ تعالیٰ فنیٰ	طرف متوجہ تھا، اللہ کے ذکر میں فنا
فی ذکرہ عزّ وجلّ۔ [1]	ہو گئے تھے۔

ان تمام اوصافِ حمیدہ کو تسلیم کرنے کے باوجود راقم یہ لکھنے پر مجبور ہے کہ ہمارے بعض علمائے اہل حدیث نے آپ سے عقیدت ومحبت میں غلو کے باعث یہ لکھ دیا ہے کہ "آپ کو اللہ عزوجل سے براہِ راست ہمکلامی کا شرف حاصل تھا" فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس دور کے بعد محمد یعقوب نانوتویؒ (م ۱۳۰۲ھ) محمد مظہر نانوتویؒ (م ۱۳۰۲ھ) سید عبد الباری سہسوانیؒ (م ۱۳۰۳ھ)، ابوالحسنات عبد الحی لکھنویؒ (م ۱۳۰۴ھ صاحب آثار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، رفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، اجوبۃ الفاضلہ، تعلیق الممجد علی موطا امام محمدؒ۔ عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایہ، ظفر الامانی فی شرح مختصر الجرجانی، تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ السید الابرار، سعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ، فوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ)، نور محمد ملتانیؒ (تلمیذ ابوالحسنات لکھنویؒ، صاحب تذکرۃ المنتہی فی رد اسکات المعتدی)، محمد حسن سنبھلیؒ (م ۱۳۰۵ھ، صاحب تنسیق النظام فی ترتیب مسند الامام ابی حنیفہ النعمانؒ) احمد بن سید امیر حسنؒ (م ۱۳۰۶ھ)، امیر احمد بن سید امیر حسنؒ (م ۱۳۰۶ھ) حامد حسین بن محمد الحسینی لکھنویؒ (م ۱۳۰۶ صاحب استقصاء الافحام فی الرد علی منتہی الکلام) محی السنہ نواب صدیق حسن خان قنوجی رئیس بھوپالؒ (۱۳۰۷ھ، صاحب فتح البیان فی مقاصد القرآن، ترجمان القرآن بلطائف البیان، اکسیر فی اصول التفسیر، بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام کی شرح

مسک الختام، فتح العلام، الروض البسام۔ عون الباری لحل ادلۃ البخاریؒ، سراج الوہاج فی شرح مختصر الصحیح مسلم بن الحجاجؒ، اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین، الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ، ابجد العلوم، ملک السعادۃ فی افراد اللہ تعالیٰ بالعبادہ، الدین الخالص تقصار من تذکار جیود الاحرار نصح السدید بوجوب التوحید، التفکیک عن انحاء الشرک، اخلاص توحید، اخلاد الفوائد الی توحید بالعبادۃ، دعایۃ الایمان الی توحید الرحمٰن، الانفکاک عن اسم الاشراک، اللواء المعقود لتوحید الرب المعبود، منہاج العبید الی معراج التوحید، استوی علی العرش، بشارۃ الفساق، عاقبۃ المتقین، روزمرہ اسلام، ارکان اربعہ توبۃ عن الذنوب، ہادی الارواح، تذکیر الناسی، تکفیر الذنوب، صلہ ارحام، ایقاظ الرقود الی یوم الموعود وغیرہ) رحمت اللہ کیرانویؒ (م ۱۳۰۸ھ، صاحب ازالۃ الاوہام، معیار الحق، معدل اعوجاج المیزان، اوضح الاحادیث)، عبید اللہ مالیر کوٹلویؒ (م ۱۳۱۰ھ، صاحب تحفۃ الہند) رحیم بخش لاہوریؒ (م ۱۳۱۲ھ، صاحب سلسلہ کتب اسلام) مفتی محمد سعید خاں مدراسیؒ (م ۱۳۱۲ھ صاحب تکملہ تفسیر فیض الکریم) بدیع الزماں حیدر آبادیؒ (م ۱۳۱۲ھ، مترجم جامع ترمذیؒ وسنن ابن ماجہؒ) عبد الاول غزنویؒ (م ۱۳۱۳ھ، مترجم مشکوٰۃ المصابیح وریاض الصالحین)، خواجہ الطاف حسین حالیؒ (م ۱۹۱۴ء، صاحب مسدس) فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ (م ۱۳۱۳ھ) ابو عبد الرحمٰن محمد فرید آبادیؒ (م ۱۳۱۵ھ، صاحب حواشی الجدیدہ علی السنن المجتبیٰ النسائیؒ) نواب محسن الملک مہدی علی خاںؒ (م ۱۹۰۷ء، صاحب آیات بینات ۱۳۱۹ھ) قاضی محمد مچھلی شہریؒ (م ۱۳۲۰ھ صاحب فتوح العلام شرح بلوغ المرام) شیخ الاجل ومحدث دوراں سید محمد نذیر حسین دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ، صاحب معیار حق فی رد علی تنویر الحق، الایمان یزید وینقص، قرأۃ خلف الامام، اثبات رفع یدین، توثیق تقویۃ الایمان حرمت نذر لغیر اللہ، تردید بدعات حسنات وسیئات، افضل البضاعۃ فی حقیقت الشفاعۃ، دافع البلویٰ فی رد تقلید، عمل اہل حرمین حجت شرعی نہیں، رسالہ در مسئلہ نماز جمعہ فی القریہ وفتاویٰ نذیریہ) محمد بشیر سہسوانیؒ (م ۱۳۲۱ھ صاحب تبصرۃ الناقد) محمد سعید بنارسیؒ (م ۱۳۲۲ھ م) ــ صاحب ہدایۃ المرتاب بجواب کشف الحجاب) ظہیر احسن نیمویؒ (م ۱۳۲۲ھ، صاحب آثار السنن تعلیق الحسن تلمیذ عبد الحی لکھنویؒ) حافظ عبد اللہ غازی پوریؒ (م ۱۳۲۳ھ، صاحب البحر المواج شرح مقدمہ صحیح مسلم بن الحجاجؒ)، رشید احمد گنگوہیؒ (م ۱۳۲۳ھ، صاحب الکوکب الدری تعلیقات علی الترمذی، ہدایۃ المعتدی، گاؤں میں جمعہ کے احکام، سبیل الرشاد مسئلہ غیب دانی فتاویٰ میلاد شریف، ہدایۃ الشیعہ، امداد السلوک، زبدۃ المناسک، فتاویٰ رشیدیہ) ابو الحسن

سیالکوٹیؒ (م ۱۳۲۵ھ، صاحب فیض الباری شرح صحیح بخاریؒ) محمد بشیر سہسوانیؒ (م ۱۳۲۶ھ صاحب الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح، القول المحقق فی زیارۃ الحبیب الاکرم، القول المحمود فی رد جواز السود، برہان العجاب فریضۃ فاتحہ خلف الامام) فاروق چریاکوٹیؒ (م ۱۳۲۷ھ) شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانیؒ (م ۱۳۲۷ھ صاحب تعلیقات علی المجتبیٰ، التحفۃ المرضیۃ فی حل بعض المشکلات الحدیثیہ)، شمس الحق عظیم آبادیؒ (م ۱۳۲۹ھ، صاحب فضل الباری ترجمہ ثلاثیات البخاریؒ، النجم الوہاج شرح مقدمہ صحیح المسلم بن الحجاجؒ، غایۃ المقصود شرح سنن ابوداؤد، ہدایۃ اللوذعی بنکات الترمذیؒ، تعلیق المغنی علی سنن الدارقطنیؒ، عون المعبود شرح مختصر سنن ابوداؤدؒ) محمود الحسن اسیر مالٹاؒ (م ۱۳۳۹ھ، صاحب ایضاح الادلۃ، مختصر المعانی، تقاریر شیخ الہند) ڈپٹی حافظ نذیر احمد دہلویؒ (م ۱۳۳۰ھ، صاحب تسہیل القرآن، حقوق الفرائض) محمد عبدالاحدؒ (م ۱۳۳۰ھ مصحح تحفۃ الہند) شبلی نعمانیؒ (م ۱۳۳۲ھ، صاحب سیرۃ النبیؐ، سیرۃ النعمانؒ، الغزالیؒ، الفاروقؓ، المامونؒ، سوانح مولانا رومؒ، الکلام وعلم الکلام) ابوتراب رشداللہ شاہ الراشدیؒ (صاحب درج الدرر فی وضع الایدی علی الصدر) عبدالحلیم شررؒ (مترجم الاتقان فی علوم القرآن، کتاب التوحید وغیرہ) ابوسعید محمد حسینؒ (صاحب منح الباری فی ترجیح صحیح البخاریؒ) عبدالحق املوی اعظم گڑھیؒ صاحب تحنیس تدلیس ترجمہ تلبیس ابلیس لابن الجوزیؒ) قاضی احتشام الدینؒ (صاحب اختیار الحق شہود الحقؒ (صاحب بحر ذخار بجواب انتصار الحق) عبدالعزیز رحیم آبادیؒ (م ۱۳۳۶ھ صاحب حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمانؒ، سواء الطریق، ہدایۃ المعتدی فی القراۃ المقتدی، رسالۃ الوضوء، رمی الجمرہ، روئداد مناظرہ مرشد آباد) ابویحییٰ محمد بن کفایت اللہ شاہجہاں پوریؒ (م ۱۳۳۸ھ صاحب تکملہ حواشی الجدیدہ علی السنن المجتبیٰ النسائیؒ) وحید الزماں حیدر آبادیؒ (م ۱۳۳۸ھ تفسیر وحیدی، تبویب القرآن، لغات الحدیث، تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاریؒ، تسہیل القاری، العلم ترجمہ صحیح مسلمؒ، جائزۃ الشعوذی، معطا ترجمہ مؤطا، زہر الربی ترجمہ سنن المجتبیٰ للنسائیؒ، الہدی المحمود، رفع العجاجہ، کشف الغطاء، اشراق الابصار ترجمہ سنن ابوداؤد، تصحیح کنزالعمال وغیرہ) محمد حسین بٹالویؒ (م ۱۳۳۸ھ صاحب فتح الباری فی ترجیح البخاریؒ) ابوالوزیر احمد حسن دہلویؒ (م ۱۳۳۸ھ صاحب احسن التفاسیر، احسن الفوائد، تلخیص الانظار فیما بنی علیہ انتصار بجواب انتصار الحق، حاشیہ بلوغ المرام، تنقیح الرواۃ بتخریج احادیث المشکوٰۃ) محمد علی جوناگڈھیؒ (م ۱۳۴۰ھ صاحب اربعین محمدی، ارشاد محمدی، انعام محمدی، اشعار محمدی، امام محمدی، ایمان محمدی، برہان محمدی، تعویذ محمدی، تحفۂ محمدی، تعلیم محمدی، توحید محمدی، تفسیر محمدی، شعبان محمدی، نصیحت محمدی، نکاح محمدی، نور محمدی، وضوء محمدی، قطبۂ محمدی

وظائف محمدی، ہدایت محمدی، حیات محمدی، حجت محمدی، خطبہ محمدی، خطبات محمدی، خطاب محمدی، درود محمدی، دلائل محمدی، دین محمدی، ذمہ محمدی، ایمان محمدی، رکوع محمدی، زیارت محمدی، سراج محمدی، سلام محمدی، سیرت محمدی، سیف محمدی، شمع محمدی، صدائے محمدی، صلوٰۃ محمدی، صیام محمدی، صراط محمدی، صمصام محمدی، ضرب محمدی، طریق محمدی، ظفر محمدی، عقیدۂ محمدی، عقائد محمدی، عصائے محمدی، غنیہ محمدی، فرمان محمدی، فیصلہ محمدی اور فضائل محمدی وغیرہ۔) محمد عبدالسلام مبارکپوری (م ۱۳۴۲ھ صاحب سیرۃ البخاریؒ) عبدالحیٔ الحسنیؒ (م ۱۳۴۲ھ صاحب نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر) عبدالباری فرنگی محلیؒ (م ۱۳۴۴ھ) خلیل احمد سہارنپوریؒ، صاحب بذل المجہود فی حل سنن ابی داؤد) سید ابوالجیبؒ (م ۱۳۴۶ھ، سید عبداللہ غازیپوریؒ) قاضی محمد سلیمان منصورپوریؒ (م ۱۳۴۸ھ، صاحب غایت المرام، رحمۃ للعالمین، الجمال والکمال، تفسیر سورۂ یوسف، تاریخ المشاہیر، شرح اسماء الحسنیٰ، خطبات سلیمانی، سبیل الرشاد، المسیح علی الحوریین) احمد اللہ پرتاپ گڑھیؒ (م ۱۳۴۸ھ، صاحب برہان العجاب فی فرضیۃ قرأۃ خلف الامام) احمد اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۳۶۴ھ) اکبر شاہ خان نجیب آبادیؒ (م ۱۹۳۸ء، صاحب تاریخ اسلام) محمد اقبال سیالکوٹیؒ (م ۱۹۳۸ء صاحب رموز بیخودی، بال جبریل، بانگ درا وغیرہ) مناظر احسن گیلانیؒ (صاحب تدوین قرآن، تدوین حدیث، تذکرہ شاہ ولی اللہؒ، امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی، مقالات احسانی، النبی الخاتم، مقدمہ تدوین فقہ، تفسیر سورہ کہف، ابوذر غفاریؓ وغیرہ) انورشاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۲ھ صاحب کشف الستر، فصل الخطاب، نیل الفرقدین، فیض الباری شرح صحیح البخاری، عرف الشذی، گنجینۂ اسرار، خاتم النبیین) عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ (۱۳۵۳ھ صاحب تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، ابکار المنن فی تنقید آثار السنن، شفاء العلل، مقالۃ الحسنی فی سنیۃ المصافحہ بالید الیمنی، تحقیق الکلام فی وجوب القرأۃ خلف الامام، خیر الماعون فی منع الفرار من الطاعون، کتاب الجنائز، نور الابصار، ضیاء الابصار، تنویر الابصار، القول السدید فیما یتعلق بتکبیرات العید، الدر المکنون فی تائید خیر الماعون، الوشاح الابریزی فی حکم الدواء الانکلیزی، ارشاد الہائم إلی منع خصاء البہائم، الکلمۃ الحسنی فی تائید المقالۃ الحسنی، مسائل عشر، مرتب فتاوی نذیریہ وفتاوی عبداللہ محدث غازیپوریؒ) عبدالغفور غزنویؒ (م ۱۳۵۲ھ صاحب حمائل غزنوی) اشرف علی تھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ صاحب تفسیر بیان القرآن، [illegible] مناجات مقبول، امداد الفتاوی، تربیت السالک، نشر الطیب، فتاوی اشرفیہ، [illegible] عرفان حافظ وغیرہ) عبدالتواب ملتانیؒ (م ۱۳۶۶ھ صاحب تعلیقات

علی مصنف ابن ابی شیبہؒ، حواشی علی مسند عمر بن عبد العزیزؒ وقیام اللیل للمروزیؒ وحاشیہ علی ابی الحسن السندیؒ علی صحیح مسلمؒ، اردو ترجمہ صحیح البخاریؒ وبلوغ المرام) ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ (م ۱۳۶۷ھ، صاحب تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن، بیان القرآن علی علم البیان، تفسیر ثنائی، فقہ اور فقیہ، اجتہاد و تقلید، اربعین ثنائیہ، حجیت حدیث، اتباع رسول، شمع توحید، حق پرکاش بجواب ستیارتھ پرکاش، مسیحیت اور اسلام، مقدس رسول بجواب رنگیلا رسول، رسالہ وید اور گوشت خوری، رسائل در رد قادیانیت، ہفت روزہ اخبار اہلحدیث وغیرہ) عبید اللہ سندھیؒ (م ۱۹۴۴ء صاحب شاہ ولی اللہؒ اور ان کا فلسفہ وغیرہ مدفن خانپور) حبیب الرحمٰن خان شیروانیؒ (۱۳۶۹ھ) فیض الحسن سہارنپوریؒ، قاضی عبد الرحمٰن محدث پانی پتیؒ، ابو القاسم سیف بنارسیؒ (م ۱۳۶۹ھ صاحب مشکلات البخاریؒ) شبیر احمد عثمانیؒ (م ۱۳۶۹ھ صاحب فتح الملہم بشرح صحیح المسلمؒ، تفسیر عثمانی، اعجاز القرآن، حیات شیخ الہند، العقل والنقل، مسئلہ تقدیر، فضل الباری شرح صحیح البخاریؒ) کفایت اللہ دہلویؒ (م ۱۳۷۲ھ صاحب تعلیم الاسلام) سید سلیمان ندویؒ (م ۱۳۷۳ھ، صاحب تاریخ ارض القرآن، حیات مالک، خطبات مدراس، سیرت عائشہؓ، عربوں کی جہاز رانی، برید فرنگ، اہل سنت والجماعت، رحمت عالمؐ، سیرت النبیؐ، نقوش سلیمانی، حیات شبلی، اسلام کے سیاسی نظام کی تدوین) میر محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ (م ۱۳۷۵ھ، صاحب شہادۃ القرآن، علم الوصول الی اسرار الرسول، تاریخ اہلحدیث، تفسیر سورۂ فاتحہ، نزول ملائکہ والروح الی الارض، آئینہ قادیانی، اعجاز القرآن، تاریخ نبویؐ، اخلاق محمدیؐ، عصمت انبیاء، تائید القرآن، تعلیم القرآن، احکام المرام، سیرت مصطفیٰ وغیرہ) عبد السلام ندویؒ (م ۱۳۷۶ھ) ابو الکلام آزادؒ (م ۱۳۷۷ھ، صاحب ترجمان القرآن، غبار خاطر، آزادئ ہند) احمد سعید دہلوی (م ۱۳۷۸ھ). صاحب تفسیر کشف الرحمٰن، وعظ سعید، معجزات رسول، صلوٰۃ وسلام) عبد المجید سوہدرویؒ (م ۱۳۷۹ھ صاحب عمدۃ الاحکام، انتخاب الصحیحین) اسلم جیراجپوریؒ (م ۱۹۵۶ء، صاحب تاریخ القرآن، حیات حافظ، حیات جامی، الوراثۃ فی الاسلام، تاریخ الامت) عبد الجبار محدث کھنڈیلویؒ (م ۱۳۸۲ھ صاحب اختلاف خاتمہ، ازالۃ الحیرۃ عن فقاہت ابی ہریرۃؓ، مقاصد الامامہ، اتمام الحجہ، مقدمہ صحیح بخاریؒ، حاشیہ صحیح بخاریؒ) حافظ عبد اللہ امرتسری روپڑیؒ (م ۱۳۸۴ھ، صاحب تخریج آیات الجامع الصحیح البخاریؒ، شرح مشکوٰۃ المصابیح، شرح سنن ابن ماجہؒ ومسند احمدؒ، مودودیت اور حدیث نبویہ، اہلحدیث کی تعریف، اہل سنت کی تعریف، مسعود عالم ندویؒ (م ۱۳۸۵ھ صاحب ہندوستان

کی پہلی اسلامی تحریک، محمد بن عبدالوہابؒ ایک بدنام مصلح)؛ ابویحییٰ امام خاں نوشہرویؒ (م ۱۳۸۵ھ صاحب تراجم علمائے حدیث ہند) عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی الیمانیؒ (م ۱۳۸۶ھ، صاحب طلیعۃ التنکیل، مقام ابراہیم، انوار الکاشفہ، اغاثۃ العلماء من طعن صاحب الوراثۃ۔ تعلیق علی تاریخ الکبیر خطاء امام البخاریؒ فی تاریخہ، تصحیح تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ، تصحیح الجرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، تصحیح موضح اوہام للخطیب بغدادیؒ، المعانی الکبیر لابن قتیبہ، فوائد المجموعہ للشوکانیؒ، الاکمال لابن ماکولاؒ، الانساب للسمعانیؒ، السنن الکبریٰ للبیہقیؒ، مسند ابی عوانہؒ، الکفایۃ فی علم الروایۃ للخطیب بغدادیؒ، صفۃ الصفوۃ لابن الجوزیؒ، منتظم لابن الجوزیؒ وغیرہ) [illegible] (م ۱۳۸۷ھ صاحب حجیت حدیث وغیرہ) ظفر احمد تھانوی عثمانیؒ (م ۱۳۹۴ھ صاحب اعلاء السنن انہا السکن عبدالسلام بستویؒ (م ۱۳۹۴ھ) عبدالماجد دریابادیؒ (م ۱۹۳۸ھ، صاحب تفسیر ماجدی، قرآنی تصوف اور اسلام، بشریت انبیاء، معاصرین، آپ بیتی) مفتی محمد شفیعؒ (صاحب معارف القرآن، فتاویٰ دارالعلوم، جواہر الفقہ، کشکول، مقام صحابہ، علامات قیامت، نزول مسیح، ضبط ولادت وغیرہ) عبدالشکور لکھنویؒ (صاحب علم الفقہ، فتنہ ابن سبا، تاریخ مذہب شیعیہ، خلفائے راشدین) ابوالمحاسن قائم بن صالح السندیؒ (صاحب فوز الکرام بما ثبت فی وضع الیدین تحت السرۃ اوفوقہا تحت الصدر عن الشفیع المظلل بالغمام) حمیدالدین فراہیؒ (استاذ امین احسن اصلاحی صاحب مجموعہ تفسیر فراہی، اقسام القرآن، ذبیح کون ہے؟) حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ (صاحب قصص القرآن اخلاق اور فلسفہ اخلاق، بلاغ المبین، اسلام کا اقتصادی نظام) حسین احمد مدنیؒ (صاحب حلیۃ المسلمین، الشہاب الثاقب، نقش حیات، سلاسل طیبہ، داڑھی کی شرعی حیثیت، عقائد علمائے دیوبند، حسام الحرمین) محمد ادریس کاندھلویؒ (صاحب حیات الصحابہ، سیرۃ المصطفیٰ، شرح مشکوٰۃ المصابیح) محمد یوسف کاملپوریؒ (صاحب تکملۃ الحاشیہ علی تخریج الزیلعیؒ) سر سید احمد خانؒ (صاحب خطبات احمدیہ، آثار الصنادید وغیرہ) یوسف بنوریؒ (صاحب معارف السنن) عبدالرزاق ملیح آبادی (صاحب ترجمہ الوسیلہ لابن تیمیہؒ) امیر علی صاحب التہذیب، فضل اللہ حیدرآبادیؒ (صاحب فضل اللہ الصمد فی توضیح الادب المفرد للبخاریؒ) عبدالعزیز پنجابیؒ (صاحب تعلیق علی نصب الرایہ للزیلعیؒ، اطراف البخاریؒ) اکرم بن عبدالرحمٰن السندیؒ (صاحب امعان النظر بشرح نخبۃ الفکر) ولی اللہ فرخ آبادیؒ (صاحب المطر الثجاج شرح صحیح مسلم بن الحجاجؒ بلسان الفارسی) محمد حسن ٹونکیؒ (صاحب معجم المصنفین) محمد بن قاسم حیدرآبادیؒ (صاحب قول المستحسن فی فخر الحسن) عبدالحق الہ آبادیؒ (صاحب تقریر

شرح المناسک لعلی القاریؒ) محمد بدر عالم میرٹھیؒ (صاحب تعلیقات علی فیض الباری للعلامہ انور شاہ کشمیریؒ، ترجمان السنۃ، جواہر الحکم) بحر العلوم لکھنویؒ (صاحب تنویر المنار) ——— ولی اللہ لکھنویؒ (صاحب شرح مسلّم الثبوت)، حیدر علی فیض آبادی (صاحب منتہی الکلام)، ملا جیونؒ (صاحب تفسیر احمدی)، اللہ داد جونپوری (محشی ھدایہ)، مہدی حسن شاہجہاں پوریؒ (صاحب شرح کتاب الآثار لمحمد بن الحسن الشیبانیؒ) فخر الحسن گنگوہیؒ (محشی سنن ابی داؤد) مرزا حیرت دہلویؒ (صاحب حل صحیح البخاریؒ) سراج احمد سرہندیؒ (شارح ترمذیؒ) عبدالحق حقانیؒ (صاحب تفسیر حقانی) حکیم محمد اشرف سندھوؒ (صاحب مقیاس حقیقت بجواب مقیاس حنفیت، پیغام جیلانی، مقام الحدیث، رکعات قیام رمضان من اقوال اصحاب النعمانؒ، فرقہ ناجیہ، البشریٰ بسعادۃ الدارین فی سوانح سید نذیر حسینؒ، بریلوی عقائد و اعمال، بریلویت کا پس منظر، تصور شیخ کا پس منظر، عقیدۂ حیات النبیؐ، اکمل البیان فی شرح حدیث نجد قرن الشیطان، اکابر علماء دیوبند کا مذہب، فرقہ وجودیہ کی اصلیت اور پہچان وغیرہ) محمد اویس نگرامیؒ، عبدالسلام قدوائی، فضل الحق خیر آبادیؒ، یوسف کاندھلویؒ، محمد الیاس میواتیؒ (بانی تبلیغی جماعت) نورالحسن کاندھلویؒ، فضل الرحمٰن مراد آبادیؒ، لطف اللہ علی گڑھیؒ علامہ سنبھلیؒ (صاحب احیاء السنن) قاضی بدرالدولہ مدراسیؒ (صاحب تفسیر فیض الکریم)، عبدالقدوس گنگوہیؒ، عاشق الٰہی میرٹھیؒ، سعید احمد اکبر آبادیؒ حکیم عبدالسمیع شفاء اثریؒ (صاحب ترجمہ صاحب تحفۃ الاحوذی، علم غیب، اہل بیت رسولؐ) سید تقریظ احمد سہسوانیؒ، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (صاحب تفہیم القرآن، پردہ، خلافت و ملوکیت، الجہاد فی الاسلام، رسالہ دینیات، ہندوستان کی سیاسی کشمکش، رسائل و مسائل، خطبات، سیرت سرور عالمؐ وغیرہ) محمد زکریا کاندھلویؒ صاحب اوجز المسالک فی شرح مؤطا امام مالکؒ تاریخ مشائخ چشت، مکتوبات تصوف۔ انعام الباری شرح اشعار البخاریؒ، شمائل ترمذیؒ، تبلیغی نصاب وغیرہ، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ (صاحب تعلیقات السلفیہ علی سنن النسائیؒ) اور علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ (صاحب الشیعہ و اہل البیت، الشیعہ والسنۃ، الشیعہ والقرآن، الشیعہ والتشیع، البریلویہ، القادیانیہ، البہائیہ، الاسماعیلیہ، البابیہ، التصوف، بین الشیعہ واہل السنۃ وغیرہ جیسے مشاہیر علماء پیدا ہوئے لیکن ان میں سے نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، میاں سید محمد نذیر حسین دہلوی، شیخ حسین بن محسن الیمانی، عبداللہ محدث غازیپوری اور عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہم اللہ کو جو مقام حاصل ہوا وہ کسی دوسرے کے حصہ میں نہ آیا۔ ذیل میں ہم ان چند بزرگوں کا

ذکر خیر مختصراً کریں گے:

(۱) جب شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ تشریف لے جانے لگے تو اپنا جانشین ایک ایسے شخص کو بنایا جو اپنے زمانہ کا قطب، استاذ عرب وعجم اور تیرھویں صدی ہجری کا مجدد تھا یعنی سید محمد نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ۔ شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ کی مسند درس و افتاء پر بارہ سال تک مختلف علوم وفنون کی متداولہ کتب کا درس دیتے رہے پھر آپ پر قرآن وحدیث کے درس وتدریس کی محبت غالب آگئی، چنانچہ آپ نے علوم شریفہ کے علاوہ باقی دوسرے تمام علوم سے کنارہ کشی اختیار کر لی مگر فقہ سے یک گونہ اشتغال باقی رہا۔ آخر عمر تک آپ ان علوم کی درس وتدریس میں مصروف رہے۔ ۱۲۷۰ھ تا ۱۳۲۰ھ تک تقریباً باسٹھ سال آپ کا یہ فیض جاری رہا۔ علوم حدیث پر آپ کی نظر اس قدر وسیع تھی کہ لوگ آپ کو بیہقی وقت پکارا کرتے تھے۔ ڈاکٹر محمد تقی الدین الہلالی المراکشیؒ (سابق استاذ حدیث جامعۃ الاسلامیہ مدینہ المنورہ) فرماتے ہیں کہ "آپ اپنے وقت کے امام بخاری[۱] تھے۔" آپ کی درس گاہ سے تقریباً بیس ہزار جویان علم ودانش فیضیاب ہوئے اور اقطاع عالم میں پھیل کر دین کی اشاعت وخدمت میں مصروف ہوئے۔ آپ کے ان تلامذہ میں ہندوستان کے علاوہ حجاز، مصر، شام، یمن، بلخ، بدخشاں، سمرقند، کابل، بخارا وغیرہ کے طلباء بھی شامل تھے۔ علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

> "علمائے اہل حدیث کی تدریسی وتصنیفی خدمت قدر کے قابل ہے۔ پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خاں مرحوم کے قلم اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا۔ بھوپال ایک زمانہ تک علمائے حدیث کا مرکز رہا۔ قنوج، سہسوان اور اعظم گڑھ کے بہت سے نامور اہل علم اس ادارہ میں کام کر رہے تھے۔ شیخ حسین عرب یمنیؒ ان سب کے سرخیل تھے اور دہلی میں مولانا سید نذیر حسین صاحبؒ کی مسند درس بچھی تھی اور جوق در جوق طالبین حدیث، مشرق ومغرب سے ان کی درس گاہ کا رُخ کر رہے تھے۔"[۲]

(۲) اس صدی کی دوسری اہم شخصیت نواب صدیق حسن خاں قنوجی ثم بھوپالیؒ کے متعلق مولوی ابویحیٰی امام خاں نوشہروی مرحوم لکھتے ہیں:

---

[۱] صوت الجامعہ بنارس ماہ فروری ۱۹۸۰ء [۲] تراجم علمائے حدیث ہند مصنفہ ابویحیٰی امام خاں نوشہروی ج ۱ ص ۳۶ طبع دہلی۔

"السید نواب صدیق حسن خاں صاحب قنوجی مرحوم کی دستارِ فضیلت جس وقت طرۂ شاہانہ سے مزین ہوئی تو ریاست بھوپال ایک سرے سے منبع علم و مرجع علماء ہوگئی۔ حضرت والاجاہ علیہ الرحمہ نے ایک محفل علم سجائی۔ مولانا قاضی بشیر الدین قنوجی مرحوم، مولانا قاضی محمد مچھلی شہری، مولانا سلامت اللہ جے راجپوری، شیخ حسین عرب یمنی، مولانا محمد بشیر سہسوانی بھوپال میں تشریف فرما ہیں۔ متعدد مدارس علم و فن قائم ہوئے، طلباء کھچے چلے آرہے ہیں۔ ریاست کے تمام مسلمان اس خدمت کی دینی برکتوں سے مالا مال ہورہے ہیں۔ گویا کہ علم و فن کے اعتبار سے بھوپال کی قسمت ہی جاگ اٹھی"[۱]

اور مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی فرماتے ہیں:

"نواب صاحب نے اصولاً شاہ ولی اللہ صاحب کے فقہی نقطۂ نظر کی بنیاد پر سنہ ۱۲۷۸ھ میں بلوغ المرام کی فارسی شرح مسک الختام، سنہ ۱۲۹۴ھ میں تجرید صحیح بخاری للشرجی کی شرح عون الباری، سنہ ۱۲۹۹ھ میں تلخیص صحیح مسلم للمنذری کی شرح السراج الوہاج تالیف فرمائیں۔ علاوہ ازیں اصحاب تحقیق کے لئے اگر ایک طرف ہزاروں کے صرفہ سے سنہ ۱۲۹۷ھ میں نیل الاوطار، سنہ ۱۳۰۰ھ میں ۵۰ ہزار روپے خرچ کرکے فتح الباری شرح صحیح بخاری بولاق مصر سے شائع کرائیں تو دوسری طرف صحاح ستہ بشمول مؤطا امام مالک کے اردو تراجم و شرح لکھوا کر شائع کرنے کا بھی اہتمام کیا تاکہ عوام براہ راست علوم و سنت کے انوار سے متمتع ہوسکیں"[۲]

نواب صدیق حسن خاں کی علمی خدمات کا اعتراف علامہ منیر الدمشقی[۳] نے بھی بہت عمدہ انداز پر تحریر کیا ہے جس کا تذکرہ یہاں طول کا باعث ہوگا۔

(۳) اب اس صدی کی تیسری اہم شخصیت علامہ سید حسین عرب یمنی کے متعلق مولانا ابوالحسن علی

۱؎ ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات ص ۲۶ طبع لاہور

۲؎ پندرہ روزہ ترجمان دہلی مارچ سنہ ۱۹۶۸ء

۳؎ الہوذ ص ۳۸۸ بحوالہ پندرہ روزہ ترجمان دہلی مارچ سنہ ۱۹۶۸ء

الحسنی الندوی کے تأثرات ملاحظہ فرمائیں:

"شیخ حسین بن محسنؒ کا وجود ان کا درس حدیث ایک نعمت خداوندی تھا جس سے ہندوستان اس وقت بلاد مغرب ویمن کا ہمسر بنا ہوا تھا اور اس نے ان جلیل القدر شیوخ حدیث کی یاد تازہ کر دی تھی جو اپنے خداداد حافظہ، علو سند اور کتب حدیث ورجال پر عبور کامل کی بنا پر خود ایک زندہ کتب خانہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ شیخ حسینؒ بریک واسطہ علامہ محمد بن علی الشوکانیؒ صاحب نیل الاوطار کے شاگرد تھے اور ان کی سند حدیث بہت عالی اور قلیل الوسائط سمجھی جاتی تھی۔ یمن کے جلیل القدر اساتذہ، حدیث کے تلمذ وصحبت، غیر معمولی حافظہ جو اہل عرب کی خصوصیت چلی آرہی تھی۔ سالہا سال تک درس وتدریس کے مشغلے اور طویل مداولت اور ان یمنی خصوصیات کی بنا پر جن کی ایمان وحکمت کی شہادت احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ حدیث کا فن گویا ان کے رگ وریشہ میں سرایت کر گیا تھا۔ اور ان کے دفتر ان کے سینہ میں سما گئے تھے، وہ ہندوستان آئے تو علماء وفضلاء (جن میں بہت سے درس وصاحب تصنیف بھی تھے) نے پروانہ وار ہجوم کیا اور فن حدیث کی تکمیل کی اور ان سے سند لی۔

تلامذہ میں نواب صدیق حسن خاں، مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ، مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ، مولانا عبداللہ غازی پوریؒ، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ، مولانا سلامت اللہ جے راج پوریؒ، نواب وقار نواز جنگؒ، مولانا وحید الزماں حیدرآبادی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔" [۱]

(۴) اس دور کے تیسرے عبقری علامہ عبداللہ محدث غازی پوریؒ کے متعلق سید سلیمان ندوی مرحوم لکھتے ہیں:

"اس درس گاہ (مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ کی درس گاہ) کے تیسرے نامور مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوریؒ ہیں جنھوں نے درس وتدریس کے ذریعہ خدمت کی اور کہا جا سکتا ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحبؒ

---

[۱] حیات عبدالحیؒ از مولانا ابوالحسن علی الندوی ص۱۳۶ طبع دہلی

کے بعد درس کا اتنا بڑا حلقہ اور شاگردوں کا مجمع ان کے سوا کسی اور ان کے شاگردوں میں نہیں ملا۔" [1]

(۵) اسی دور کے ایک اور مشہور محدث مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ تھے۔ آپ کی تبحر علمی کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ ڈاکٹر محمد تقی الدین الہلالی المراکشیؒ جنھیں علامہ مبارکپوریؒ سے شرف تلمذ بھی حاصل تھا فرماتے ہیں:

"میں اپنے رب کو شاہد بنا کر کہتا ہوں کہ ہمارے شیخ عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ اگر تیسری صدی ہجری کی شخصیت ہوتے تو آپ کی نام وہ حدیثیں جنھیں آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یا آپ کے اصحاب سے روایت کرتے ہیں صحیح ترین احادیث ہوتیں اور ہر وہ چیز جسے آپ روایت کرتے حجت ہوتیں اور اس بات میں کسی دو آدمی کا بھی اختلاف نہ ہوتا۔" [2]

علامہ مبارکپوریؒ کے مشہور تلامذہ میں مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ (صاحب سیرۃ البخاریؒ) مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری مدظلہ (صاحب مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح) مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلویؒ، مولانا امین احسن اصلاحی (صاحب تدبر قرآن) شیخ عبداللہ نجدی قویعی ثم المصریؒ ڈاکٹر عبدالقادر تقی الدین ہلالی المراکشیؒ، حکیم مولوی عبدالسمیع شفار اثری مبارکپوریؒ (صاحب ترجمہ علامہ مبارکپوریؒ) اور مولانا محمد امین اثری رحمانی مبارکپوری (صاحب تحفۂ حدیث، کتاب روزہ) زید مجدہ وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ [3]

یہ ہے ہندوستان میں چودہ سو سالہ محدثین کرام اور علمائے حق کی اشاعت کے سلسلہ میں کی گئی جانفشانیوں کی ایک مختصر سی تاریخی جھلک۔ ان علماء اور خدام دین کے علاوہ ہندوستان میں بے شمار اصحاب علم وقلم اور بھی گزرے ہیں مگر ان کے اسمائے گرامی مضمون کی طوالت کے پیش نظر ترک کر دیئے گئے ہیں۔

عالم اسلام کے متعدد اہل دانش نے بین الاقوامی سطح پر اشاعت اسلام بالخصوص

---

[1] تراجم علمائے حدیث ہند ج ۱ ص ۳۷ [2] صوت الجامعہ بنارس بابت رجب المرجب ۱۳۹۴ھ

[3] تفصیل کے لئے دیکھئے: تذکرہ علمائے حال ص ۴۳، نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۲۴۲، مقدمہ مختارات الاحادیث و الحکم النبویہ للشیخ عبدالوہاب ص ۳، تذکرہ علمائے مبارکپور للقاضی اطہر مبارکپوری ص ۱۴۵، ۱۴۶

علم حدیث کی خدمات کے سلسلہ میں ہندوستان کے علمائے حدیث کے مقتدا ہونے کا اعتراف برملا کیا ہے، چنانچہ استاذ ابو مصری علامہ زاہد کوثری حنفی کے حوالہ سے "ارض ہند و پاک میں اشاعت حدیث" کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

"ایسے آڑے وقت میں جب کہ لوگ حدیث کے لئے کمربستہ نہ تھے اور ہمتیں پست ہوگئی تھیں، اہالیان ارض پاک و ہند نے حدیث نبوی اور اس کے علوم کی جو خدمات جلیلہ انجام دی تھیں انھیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ برصغیر کے علماء ایسے تھے جنھوں نے صحاحِ ستّہ کی نہایت مفید شرحیں لکھیں اور ان پر قیمتی حواشی تحریر کئے۔ احادیثِ احکام سے متعلق علماء نے ضخیم کتب تصنیف کیں، نقد رجال علل حدیث کے ذکر و بیان اور شرح الآثار کے ضمن میں ان کے احسانات ناقابل فراموش ہیں۔ اسی طرح مختلف علوم الحدیث اور ان کے متعلقات کے بارے میں بھی ان کی تصانیف کچھ کم قابل قدر نہیں۔"[1]

اسی طرح علامہ سید رشید رضا مصری نے (م ۱۳۵۴ھ) ہندوستان کے علمائے حدیث کو ان کی مساعی جمیلہ پر اس طرح خراج تحسین پیش کیا ہے:-

"ولولا عناية اخواننا علماء الهند بعلوم الحديث فی هذا العصر لقضی عليها بالزوال من امصار الشرق فقد ضعفت فی مصر والشام والعراق والحجاز منذ القرن العاشر للهجرة حتی بلغت منتهی الضعف فی اوائل هذا القرن الرابع عشر"[2]

---

[1] تاریخ حدیث ومحدثین (ترجمہ الحدیث والمحدثون' مترجم غلام احمد حریری) ص ۵۸۸-۵۸۹ طبع لاہور ومقالات محمد زاہد الکوثری ص ۱ [2] مقدمہ مفتاح کنوز السنہ ص ق طبع دار احیاء التراث العربی بیروت سنہ ۱۹۸۳ء

عہدِ نبویؐ کے غزوات وسرایا

ڈاکٹر رؤفہ اقبال صاحبہ نے اس تصنیف میں اسلام کے نظریہ جہاد پر اسلامی موقف کی بے لاگ ترجمانی کی ہے اور اس پر کیے جانے والے اعتراضات کا مسکت اور مدلل جواب دیا ہے۔

آفسٹ کی طباعت۔ صفحات ۲۴۷ قیمت ۲۵ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲